اِتْیَانُ الْاَرْوَاح

لِدِیَارِھِمْ بَعْدَ الرَّوَاح

۱۳ ھ ۲۱

تصنیف:

اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مومنین کی روحیں کن ایام میں اپنے گھروں میں آتی ہیں — صالحین کی روحوں کا کیا حال ہے — اور کفار کی روحیں کہاں مقید ہیں۔

تقدِیم

اللہ تعالیٰ نے روح کو مرنے کے لئے پیدا نہیں کیا ہے
جب انسان مرتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم کے پنجرے سے آزاد ہو جاتی ہے، پھر سعید روحیں تو علیین میں چلی جاتی ہیں اور وہ وہاں مقید نہیں ہوتی ہیں بلکہ یہ مقام ان کے لئے دار کرامت ہے وہ جب چاہتی ہیں بہ اذن الٰہی جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں، اور کفّار کی ارواح خبیثہ اگرچہ قفس عنصری سے رہائی پا جاتی ہیں مگر سجین میں مقیّد کردی جاتی ہیں۔ ان مسائل کا تعلق ظاہر ہے کہ نہ تو مشاہدات سے ہے اور نہ ہی عقلیات سے، یہ تمام مسائل علوم غیبیہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے بتلائے بغیر ہم کو معلوم ہی نہیں ہو سکتے تھے۔ زیر نظر رسالے میں اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ان تمام مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل فرمایا ہے۔

،مرتب،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۳ر شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلے میں کہ جس وقت روح انسان کی اپنے جسم سے پرواز کر جاتی ہے۔ بعد اس کے پھر بھی کبھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں؟ اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار خواہ قرآنِ مجید یا خیرات وغیرہ طعام ہو یا روپیہ پیسہ ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر روح اپنے مکان پر آتی ہے تو کس کس دن آیا کرتی ہے؟ اور اس سے منکر (یعنی روحوں کے آنے سے انکار کرنے والا) گنہگار ہے یا نہیں؟ اور اگر گنہگار ہے تو کس گناہ میں شامل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں:

"مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز، تصدق از میت نفع می کند او را بے خلاف میان اہل علم و وارد شدہ است

درآں احادیثِ صحیحہ خصوصاً آب و بعضے از علمار گفتہ اند کہ نمی رسد میّت را مگر صدقہ ودعا ودر بعضے روایات آمدہ است کہ روحِ میّت می آید خانۂ خود را شب جمعہ پس نظر می کند، کہ تصدق می کنند از وے. یانہ. واللہ تعالیٰ اعلم :۔

میت کے دنیا سے رخصت ہونے کے سات روز بعد تک اس کی جانب سے صدقہ کرنا مستحب ہے.
میت کی طرف سے صدقہ کرنا بہ اتفاق اہل علم، نفع بخش ہے۔ اس سلسلے میں احادیث صحیحہ وارد ہیں ۔ خصوصاً پانی، اور بعض علمار کا کہنا ہے کہ میت کو صدقہ اور دعا کے سوا کچھ نہیں پہنچتا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح اپنے گھر میں جمعہ کی رات کو آکر دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہیں؟ واللہ اعلم ، م ،

شیخ الاسلام کشف الغطار عمّا للموتی علی الاحیار فصل ہشتم میں فرماتے ہیں :۔

در غرائب وخزانہ نقل کردہ، کہ ارواحِ مؤمنین می آیند خانہائے خود را ہر شب جمعہ، وروز عید، وروز عاشورہ وشب برأت، پس ایستادہ می شوند بیرونِ خانہائے

خودوندای کفتند ہر یکے بہ آواز بلند اندوہگیں. اے
اہل واولاد من، و نزدیکان من مہربانی کنید برما بصدقہ الخ

. غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی
روحیں اپنے گھروں پر ہر جمعہ کی رات، عید کے دن
عاشورے کے دن اور شب برات کو آتی ہیں اور
اپنے گھروں کے باہر غمگین حالت میں کھڑی ہوتی ہیں
اور ہر ایک کو بہ آواز بلند و اندوہناک پکار کر کہتی ہیں
اے میرے اہل واولاد! اور میرے قریبی رشتہ دارو!
مجھ پر برائے مہربانی صدقہ کرو :

اسی میں ہے:

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ در شرح الصدور
احادیث شتی در اکثر ازیں اوقات آوردہ اگرچہ اکثر سے
خالی از ضعف نیست"

اس عبارت میں اکثر کا لفظ صریح دلالت کر رہا ہے کہ بعض
بالکل ضعف سے خالی ہیں، یعنی بعض ضعیف نہیں. تو صاحب مایۃ
مسائل کا مطلقاً اس کی طرف نسبت کرنا کہ "ایں روایات راضعیف
ہم فرمودہ اند" کذب وافترا ہے، یا جہل واجتراء اور استناد کا
روایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر اور صحاح کا صرف کتب
ستہ پر قصر جیسا کہ صاحب مایۃ مسائل سے یہاں واقع ہوا جہل شدید

وسند بعید ہے۔ حدیث حسن بھی بالاجماع حجت ہے غیر عقائد احکام حلال وحرام میں حدیث ضعیف بھی بالاجماع حجت ہے۔ ہمارے ائمہ کرام حنفیہ وجمہور ائمہ کے نزدیک ہے مرسل غیر متصل الاسناد بھی حجت ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی بھی حجت ہے کہ یہ سب مسائل ادنیٰ طلبہ علم پر بھی روشن ہیں۔ اور حدیث صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علم حدیث کے ابجد خوانوں پر بیّن و مبرہن ہے، طرفہ یہ کہ خود صاحب مائۃ مسائل نے اس کتاب اور اربعین میں اور بزرگانِ خاندانِ دہلی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصانیف کثیرہ میں تو وہ وہ روایات غیر صحاح و روایاتِ طبقہ رابعہ اور ان سے بھی نازل تر سے استناد کیا ہے، جیسا کہ ان کتب کے ادنیٰ مطالعے سے واضح و مبین ہے۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابو نعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً راوی:

وھذا لفظ ابن المبارک، قال:

انّ الدنیا جنّۃ الکافر — یعنی بے شک دنیا کافر کے لئے

وَسِجنُ المؤمِن وانما مثل المؤمن حين تخرج نفسهٗ کمثل رجلٍ کان فی سِجنٍ فاخرج منه فجعل یتقلّب فی الارض ویسفم فیھا۔

بہشت اور مسلمان کے لئے قید خانہ ہے۔ جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قید خانے میں تھا، اب اس سے آزاد کر دیا گیا۔ پھر زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔

ابوبکر کی روایت یوں ہے :

فاذا مات المؤمن یخلی سربه یسرح حیث شاء۔

جب مومن مرتا ہے تو اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔

ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما باہم ملے۔ ایک نے دوسرے سے کہا، کہ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا؟ تو پوچھا، کیا زندے اور مردے بھی ملتے ہیں؟ تو جواب دیا :

نعم امّا المؤمنون فانّ ارواحھم فی الجنّة وھی تذھب حیث شاءت

یعنی، ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں۔ انھیں اختیار ہوتا ہے۔ جہاں چاہتی

ہیں، جاتی ہیں۔

ابن المبارک کتاب الزہد اور ابوبکر ابی الدنیا وابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال انّ ارواح المومنین	یعنی بے شک مسلمانوں کی
فی برزخ من الارض	روحیں زمین کے برزخ
تذھب حیث شاءت	میں ہیں، جہاں چاہتی ہیں
ونفس الکافر فی سجّین	جاتی ہیں اور کافروں کی

روحیں سجّین میں مقید ہیں:

ابن ابی الدنیا امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے راوی:

قال بلغنی انّ ارواح	یعنی مجھے حدیث پہنچی ہے،
المومنین مرسلۃ تذھب	کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد
حیث شاءتْ۔	ہیں، جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں:

رجّح ابن البرانّ ارواح	امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا:
الشھداء فی الجنۃ وارواح	راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی روحیں
غیرھم علی افنیۃ القبور	جنت میں ہیں۔ اور مسلمانوں
فتسرح حیث شاءت:	کی فنائے قبور پر جہاں چاہتی

ہیں آتی جاتی ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

ان الروح اذا انخلعت من هذا الهیکل وانفکّت من القیود بالموت تجول الیٰ حیث شاءت ؕ

بے شک جس وقت رو
قالب (بدن) سے جدا ہ
ہے اور موت کے باعث
قیدوں سے رہا ہو جاتی ہے
توسیر جہاں چاہتی ہے، جولاں (گردش) کرتی ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب بھی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

"ارواح ایشاں (یعنی اولیائے کرام قدست اسرارہم) از زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند میروند"۔

یعنی، اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم کی روحیں، زمین آسمانوں اور بہشت سے جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں۔ یعنی آزاد پھرتی ہیں۔

خزانۃ الروایات میں ہے:

عن بعض العلماءِ المحققین ان الارواح یتخلّص لیلۃ الجمعۃ و تنتشر فجاءوا الیٰ مقابرھم ثمّ جاءوا فی بیوتھم۔

یعنی بعض علمائے محققین
روایت ہے کہ روحیں ش
جمعہ چھٹی پاتی ہیں اور پھیلتی
(پھرتی) ہیں۔ پہلے وہ اپ
قبروں پر آتی ہیں۔ پھر اپ
گھروں میں آتی ہیں۔

دستور القضاۃ مستند صاحب مائۃ مسائل میں فتاویٰ امام نسف

سے ہے:

اِنّ ارواح المومنین یأتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کلّ واحد منھم بصوتٍ حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی الخ

یعنی، بے شک مومنوں کی روحیں ہر شب جمعہ اور جمعہ کے دن، اپنے گھروں میں آتی ہیں اور دروازے کے پاس کھڑی ہوکر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ "اے میرے گھر والو! اے میرے بچّو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقے سے مہر کرو۔ ہمیں یاد کرو اور ہمیں بھول نہ جاؤ۔ ہماری غربت میں ہم پر ترس کھاؤ اور رحم کرو۔

نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مأتہ مسائل میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشوراء او لیلۃ النصف من الشعبان تأتی ارواح الاموات ویقومون علیٰ ابواب بیوتھم فیقولون

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، جب عید، یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شب برأت ہوتی ہے۔ اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں۔ "ہے کوئی کہ ہمیں

هل من احدٍ يذكرنا هل من احد يترحم علينا هل من احد يذكر غربتنا الحديث۔

یاد کرے۔ ہے کوئی کہ ہم پر ترس
کھائے، ہے کوئی کہ ہماری
غربت کی یاد دلائے! الحدیث

اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول،
یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے احکام حلال وحرام کا۔ ایسی جگہ دو ایک
سندیں بھی بس (کافی) ہوتی ہیں۔ نہ کہ اس قدر کثیر ووافر ۔
امام جلال الملۃ والدین سیوطی مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا
زیر رتار امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

لم اجده في شئ من كتب الاثر لكن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج في مدخله ذكراه في ضمن حديث طويلٍ وكفى بذلك سنداً لمثله فانه ليس مما يتعلق بالاحكام

یعنی، میں نے یہ حدیث کسی کتاب
حدیث میں نہ پائی مگر صاحب
اقتباس الانوار اور ابن الحاج
نے اپنی کتاب مدخل میں اسے
ایک حدیث طویل میں بے سند
ذکر کیا۔ ایسی حدیث کے لئے اتنی
ہی سند کافی ہے، کہ وہ کچھ احکام
سے متعلق نہیں۔

باقی رہا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا یہ قول کہ ارواح کا اپنے
گھروں میں آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے، اس میں مشہور و متواتر صحاح، کی

حاجت ہے، قطعیات کا اعتبار ہے، نہ ظنیاتِ صحاح کا۔ یعنی اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بھی صحیح و صریح حدیثوں میں ہو کہ روحیں آتی ہیں تو وہ حدیثیں بھی ان کے نزدیک مردود ہوں گی کہ ان روایات میں عمل نہیں بلکہ علم ہے، اور تسلیم بھی کر لئے تو فقط عمل ہے، نہ فضل عمل۔ براہین قاطعہ لِما امر اللہ بہ ان یوصل میں چار ورق سے زائد پر یہی اعجوبہ پھیلا ہوا ہے۔

اقول۔ اگر ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو، اگرچہ اسے نفیاً یا اثباتاً کسی طرح عقائد میں دخل نہ ہو نا نافی یا مثبت کسی پر اس نفی و اثبات کے سبب حکم ضلالت و گمراہی محتمل نہ ہو، سب باب عقائد میں داخل ٹھیرے جس میں احادیث بخاری و مسلم بھی جب تک متواتر نہ ہوں نامقبول ٹھیریں، تو اولاً سیر و مغازی و مناقب یہ علوم کے علوم سب گاؤ خوردہ و دریا برد ہو جائیں حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار، ضعاف بھی مقبول۔ سیرت انسان العیون میں ہے:

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف

یہ بات مخفی نہ رہے کہ سیرت کی کتابیں، صحیح، سقیم

ل گائے نے کھائے اور دریا میں غرق ہوئے۔ م

والبلاغ والمرسل	بلاغ، مرسل، منقطع، معضل
والمنقطع والمعضل دون	پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان میں
الموضوع وقد قال	موضوعات نہیں ہوتی ہیں۔
الامام احمد وغیرہ	امام احمد وغیرہ ائمہ نے فرمایا
من الائمّۃ اذا روینا	کہ جب ہم حلال وحرام کی روایت
فی الحلال والحرام شدّدنا	کرتے ہیں تو سختی کرتے ہیں
واذا روینا فی الفضائل	اور فضائل وغیرہ میں تسامح
ونحوھا تساھلنا ؎	سے کام لیتے ہیں۔

اس مبحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں ملاحظہ ہو۔ یہیں دیکھئے رشائے مذکور امیر المومنین کیا فضائل اعمال سے تھا۔ وہ بھی باب علم سے ہے جس میں خاتم الحفاظ نے بعض علمار کی بے سند حکایت بھی کافی بتائی۔ ثانیاً علم رجال بھی مردود ہو جائے کہ وہ بھی علم ہے۔ نہ عمل۔ و فضل عمل، تو غیر قطعیات سب باطل و مہمل۔ ثالثاً دو تہائی سے زائد بخاری و مسلم کی حدیثیں محض باطل و مردود قرار پائیں۔ رابعاً عقائدِ اعمال میں تفرقہ جس پر اجماع ائمہ ہے، ضائع جائے، کہ احکام حلال وحرام میں کیا اعتقاد حلّت وحرمت نہیں لگا ہوا ہے اور وہ عمل نہیں بلکہ بلکہ علم ہے، تو کسی شے کے حلال یا حرام سمجھنے کے لئے بخاری و مسلم کی حدیثیں مردود، اور جب حلال وحرام کچھ نہ جانیں تو اسے کیوں

کریں۔ اس سے کیوں بچیں۔ خامساً بلکہ فضائل اعمال میں بھی احادیث صحیحین کا مردود ہونا لازم۔ حالانکہ ان میں ضعیف حدیثیں بھی خود مقبول مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس عمل میں یہ خوبی ہے۔ اس پر یہ ثواب، یہ جاننا خود عمل نہیں بلکہ علم ہے اور علم باب عقائد سے ہے اور عقائد میں صحاح ظنیات مردود۔ سادساً اگلے صاحب نے تو اتنی مہربانی کی تھی، کہ حدیث صحیح مرفوع متصل السند مقبول رکھی تھی۔ انھوں نے بخاری و مسلم بھی مردود کردیں۔ جب تک قطعیات نہ ہوں، کچھ نہ سنیں گے۔ ع قدم عشق پیشتر بہتر۔ سابعاً۔ ختم الٰہی کا ثمرہ دیکھئے۔ اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں فضیلت علم محمدٌ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا، تاکہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دال ہیں، مردود ٹھہریں، اور ... وہیں اسی منہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو ایک محض بے اصل و بے سند حکایت سے سند لائے کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ " مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔" حالانکہ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کر کے صاف فرما دیا تھا کہ:

ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است۔	یہ بات بے اصل ہے اور اس کی روایت پایۂ صحت تک نہیں

پہنچی ہے۔ م۔

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل مان
کو توجب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری و مسلم بھی مردود اور معاذ اللہ
حضور کی تنقیص فضائل کے لئے بے اصل و بے سند بے سروپا
مقبول ومحمود۔ اور پھر دعوائے ایمان و امانت و دین و دیانت بدست
موجود۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون ہ کذٰلک یطبع اللہ ع
کلّ قلبٍ متکبّرٍ جبّارٍ ہ

بالجملۃ یہ مسئلہ نہ باب عقائد سے ہے۔ نہ باب احکام حلال و ح
سے۔ اسے جتنا ماننا چاہیئے اس کے لئے اتنی سندیں کافی و وافی۔ منکر اگ
صرف انکار یقین کرے یعنی اس پر جزم و یقین نہیں تو ٹھیک ہے۔ اور
مسائل سیر و مغازی و اخبار و فضائل ایسے ہی ہوتے ہیں، اس کے باعث
وہ مردود نہیں قرار پا سکتے۔ اور اگر دعوائے نفی کرے، یعنی کہے
معلوم و ثابت ہے کہ روحیں نہیں آتیں، تو پھر وہ جھوٹا اور کذاب
بالفرض اگر ان روایات سے قطع نظر بھی، تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے
ثبوت عدم اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم وستم۔ آنے کے
بارے میں تو اتنی کتب اور علماء کی عبارات ہیں، مگر نفی و انکار کے
کون سی روایت ہے۔ کس حدیث میں آیا کہ روحوں کا آنا باطل و غلط
تو ادعائے بے دلیل محض باطل و ذلیل۔ یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف
مقابل پر روایات موجود، صرف بربنائے ضعف مردود، اور اپنی طرف

نہ روایت کا نام ونشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان ۔ روحوں کا اگر باب عقائد سے تعلق ہے تو نفیاً واثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا اور دعوائے نفی کے لئے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود اور دوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجت دلیل مفقود۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥

اٰمین ٥ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جلّ مجدہ اتمّ واحکم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ؞

تَمَّتْ